خطبہ جمعہ کی زبان

از جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

حضرت مولانا گیلانی کا یہ مضمون امید ہے ارباب علم اور اصحاب فتویٰ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ دیوبند کے بعض مشہور اکابر پہلے بھی اس مسئلہ پر قلم اٹھا چکے ہیں، مولانا نے اپنی جدید تحقیق کی بنیاد تتارخانیہ کی جس عبارت پر رکھی ہے علامہ ابن عابدین (شامی) کا فیصلہ اس کے متعلق یہ ہے "لکن کونہ رجع الیٰ قولہ فی الشروع لم ینقلہ احد وانما المنقول حکایۃ الخلاف واما فی التتارخانیۃ فغیر صریح فی تکبیر الشروع بل ہو محتمل لتکبیر التشریق او الذبح بل ھذا اولیٰ، لانہ قرنہ مع الاذکار الخارجیۃ عن الصلوٰۃ یعنی نہ تو دربارۂ تکبیر صاحبین کا رجوع امام صاحب کی جانب ثابت ہے اور نہ یہ واضح ہے کہ تتارخانیہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ تکبیر تحریمہ کے متعلق ہے۔

بہرحال خطبۂ جمعہ کی سرکاری زبان کا مسئلہ ہمارے خیال میں ایک اہم مسئلہ ہے اور اس کا فیصلہ چند متفرق قیاسات کو یکجا کردینے سے نہیں ہوسکتا۔ (عتیق الرحمٰن عثمانی)

پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی نے ہندوستان کے اساطین صوفیہ کے تحقیقی حالات کا جو سلسلہ برہان میں شروع کیا ہے بڑا مفید سلسلہ ہے۔ حضرت مولٰنا فخر قدس اللہ سرہ العزیز کی سیرت طیبہ غالباً اس سلسلہ کی دوسری قسط ہے حق تعالیٰ سے دعا کررہا ہوں کہ توفیق پروفیسر صاحب کی رفیق ہو، مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے آخر میں یہ جو روایت نقل کی گئی ہے۔

"پس اگر خطبہ بہ لفظ ہندی دریں مملکت خواندہ شود برائے چیزے کہ موضوع است حاصل شود، الا برائے سائر الناس فائدہ ندارد کہ از زبان عربی واقف نیستند (فخر الطالبین ص ۴۲) برہان ص ۱۰۷ فروری ۱۹۴۷ء

اس وقت اسی کے متعلق مجھے کچھ عرض کرنا ہے، ایک زمانہ سے ہندوستان کے حنفی علماء میں یہ مسئلہ مابہ النزاع بنا ہوا ہے۔ عربی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبۂ جمعہ کو غیر مسنون قرار دینے والے حضرات کے دلائل

عام طور پر مشہور ہیں، غالباً ان میں سب سے قوی تر دلیل وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے پیش فرمائی ہو کہ "غیر عربی ممالک میں حالانکہ جمعہ و جماعات کا عہد صحابہ میں ظاہر ہے کہ ہر مفتوحہ ملک میں انتظام تھا لیکن کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ ان غیر عربی ممالک کے باشندوں کی رعایت سے سننے والوں کی زبان میں خطبہ کے ترجمہ کی اجازت دی گئی ہو"

مجھے اس وقت مسئلہ کی دلیلوں سے بحث نہیں ہے پوچھنے والے جو یہ پوچھتے ہیں کہ شہادت کا نہ ملنا، اس کو وجودِ شہادت قرار دینا، یا کسی مباح فعل کو نہ کرنا، فعل کے عدم اباحت کی دلیل کیا بن سکتی ہے؟ کتاب و سنت میں ترجمہ کی ممانعت نہیں ہے اس لئے اس کو مباح سمجھنا چاہئے، صحابہ نے اگر کسی فعل مباح پر عمل نہ کیا تو ان کا عمل نہ کرنا اس فعل کی اباحت کو کیا کراہت سے بدل دیگا؟ نیز غیر عربی زبانوں سے عموماً صحابہ کی ناواقفیت بھی اس کی وجہ ہو سکتی ہے کہ ترجمہ کے فعلِ مباح پر وہ عمل نہ کر سکے۔

بہرحال اصولی سوال و جواب کے سلسلے کو میں چھیڑنا نہیں چاہتا، بلکہ اس وقت یہ بتانا چاہتا ہوں کہ "مسلک حنفی" جس کے مسلمانانِ ہند اپنی صلوات و صیام عقود و معاملات وغیرہ میں پابند ہیں اس کا اس باب میں صحیح نقطۂ نظر کیا ہے؟

جاننے والے جانتے ہیں کہ یہاں دراصل دو مسئلے ہیں ایک تو قرآن کے ترجمہ کا مسئلہ ہے یعنی بجائے قرآن کی اصل عربی عبارت کے نماز میں حق تعالیٰ کے کلام کا ترجمہ کسی زبان میں کر کے اگر کوئی پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

دوسرا مسئلہ قرآن کے سوا دوسرے اذکار (مثلاً تکبیر، تسلیم، تشہد، درود، قنوت، خطبہ، تسبیحات سجود و رکوع وغیرہ کا ہے کہ بجائے عربی الفاظ کے اسی مفہوم کو جو عربی الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں غیر عربی الفاظ میں ترجمہ کر کے نمازوں میں کوئی پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے۔

متنِ کنز میں دوسرے مسئلہ کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ او بالفارسیہ صح (یعنی بجائے عربی کے ان اذکار کو کوئی فارسی میں ترجمہ کر کے پڑھے تو یہ درست ہے) پھر چونکہ ایک اور سوال پیدا ہوتا تھا یعنی ایک آدمی ایسا ہے جو عربی الفاظ میں ان اذکار کو ادا کرسکتا ہے، اس کا حکم کیا ہے اور دوسرا آدمی ایسا ہے۔

جو عربی الفاظ میں ان اذکار کو ادا کرنے پر قادر نہیں ہے، دوسری صورت میں تو امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ صاحبین ابو یوسفؒ و محمدؒ سب ہی اجازت دیتے ہیں البتہ عربی الفاظ میں تعبیر کی قدرت رکھتے ہوئے بھی غیر عربی الفاظ میں ان اذکار کو کوئی اگر ادا کرے تو لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ گو اس وقت بھی اجازت دیتے ہیں لیکن صاحبین ایسی صورت میں اس طریقۂ عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں عینی نے کنز کے حاشیہ میں لکھا تھا کہ۔

والفتوٰی علی قول الصاحبین — یعنی صاحبین (ابو یوسف و محمد) کے قول پر علماء نے فتویٰ دیا ہے

جس کا مطلب یہی ہوا کہ ایسی صورت میں کراہت ہی کو ترجیح علماء نے دی ہے ان اذکار کے سلسلہ میں خطبہ کو بھی لوگوں نے داخل کیا ہے، اس لئے حاصل یہی نکلتا ہے کہ عینی کے قول کے مطابق جیسے نماز کے اذکار کا بحالت قدرت غیر عربی الفاظ میں ترجمہ مکروہ ہے اسی طرح خطیب جو عربی تعبیر پر قادر ہو اس کے لئے غیر عربی الفاظ میں خطبہ کو پڑھنا مکروہ سمجھا جائے گا، فتویٰ اسی پر ہے عینی کے قول سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ ان تفصیلات کو کنز کی مشہور شرح فتح المعین میں نقل کرنے کے بعد عینی کے دعوی پر "فیہ نظر" (یعنی کراہت ہی کے پہلو پر فتویٰ دیا گیا ہے عینی کا یہ دعویٰ بحث طلب ہے) کے الفاظ سے اعتراض کرکے آگے تتارخانیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ

ان الشروع بالفارسیۃ کالتلبیۃ یجوز اتفاقا — یعنی نماز کی تکبیر کو فارسی زبان میں شروع کرنا بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے جیسے حج میں لبیک بجائے عربی کے فارسی میں بھی کہنا جائز ہے

اور آخر میں اسی تتارخانیہ کے حوالہ سے صاحب فتح المعین اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ

محصلہ انہ فی مسئلۃ الشروع بالفارسیۃ ولو مع القدرۃ علی العربیۃ رجعا الی قولہ بخلاف القراۃ بہا مع القدرۃ علی العربیۃ فانہ رجع الی قولھما ومن ھنا حصل الاشتباہ — خلاصہ یہ ہے کہ باوجود عربی پر قادر ہونے کے فارسی زبان میں نماز کو شروع کرنا یعنی فارسی میں تکبیر کا ترجمہ کرنا اس مسئلہ میں ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ نے رجوع کرکے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کو اختیار کر لیا ہے اور قرآن کی قراۃ میں امام ابو حنیفہؒ نے ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے

(فتح المعین ص ۱۸۳)

مذکورہ بالا عبارتوں کو چاہئے کہ اصل کتاب بھی علماء دیکھ لیں مسئلہ کی اس حقیقت پر مطلع ہونے کے بعد میں اب یہ سمجھا ہوں کہ عربی زبان کی تعبیر پر قادر ہونے کے باوجود قرآن کے سوا دوسرے اذکار (یعنی وہی تکبیر و تسلیم، تشہد، تسبیحات، درود جس میں خطبۂ جمعہ بھی بالاتفاق داخل ہے) ان کے متعلق ہمارے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہؒ قاضی ابویوسفؒ، ومحمد بن حسنؒ سب ہی اس بات کے قائل ہیں کہ بغیر کسی کراہت کے غیر عربی الفاظ میں ان کا ترجمہ جائز ہے مبسوط کے حوالہ سے اسی موقع پر فتح المعین ہی میں نقل کیا ہے کہ من غیر کراھۃ علی الاصح علی ماذکرہ السرخسی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں صاحبین (ابویوسفؒ و محمدؒ) کا رجحان ان اذکار کے متعلق بھی کراہت کا تھا اور امام ابوحنیفہؒ جواز کے قائل تھے لیکن بعد کو دونوں صاحب اپنے استاذ کے ہم نوا ہوگئے، اس لئے حنفی مذہب کا اب یہ اجماعی مسئلہ ہوا کہ سارے غیر قرآنی اذکار جن میں خطبہ جمعہ بھی شریک ہے ان کا ترجمہ عربی پر قادر ہونے کے باوجود خطیب کرسکتا ہے اور کسی قسم کی کراہت اس میں نہیں ہے۔

اسی کے مقابلہ میں قرآن کے ترجمہ کے متعلق امام ابوحنیفہؒ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا یعنی قرآن کا ترجمہ نماز میں جائز نہیں ہے جیسا کہ صاحب فتح المعین نے لکھا ہے کہ قرآن اور غیر قرآنی اذکار میں لوگوں نے فرق نہیں کیا اور مشہور کردیا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ پہلے جواز کے قائل تھے لیکن بعد کو ابویوسفؒ و محمدؒ کے قول کی طرف انھوں نے رجوع کرلیا حالانکہ مسئلہ کی یہ صحیح تعبیر نہیں ہے بلکہ یہ دونوں الگ الگ مسئلے ہیں ایک مسئلہ یعنی قرآن کے متعلق امام ابوحنیفہؒ نے رجوع کیا اور غیر قرآنی اذکار میں صاحبین نے ابوحنیفہؒ کے مسلک کی طرف رجوع کیا اس لئے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ

فظاهرہ کالمتن رجوعهما الیه لا هو الیهما فاحفظه فقد اشتبه علی کثیر حتی الشرنبلالی

تاتارخانیہ کی عبارت کا کھلا ہوا اقتضا وہی ہے جو متن (کنز) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے یعنی غیر قرآنی اذکار میں صاحبین ہی نے ابوحنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کیا نہ کہ ابوحنیفہؒ نے ان دونوں کے قول کی طرف اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو اکثر کو شبہ ہوگیا حتی

ایک زمانہ سے جی چاہ رہا تھا کہ فتح المعین کے اس فیصلہ کو علماء احناف کے سامنے پیش کروں آج موقعہ مل گیا فقیہ النفس بزرگوں سے توقع ہے کہ اس کی طرف رجوع فرمائیں گے۔